اسلام اور عیسائیت میں تصورِ حجاب کا تقابلی جائزہ

The comparative analysis of the concept of Hijab in Islam and Christianity

Dr. Majid Rashid
Institute of Humanities and Arts, Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan
Email: majid.rashid@kfueit.edu.pk
Amira Irshad
Institute of Humanities and Arts, Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan
Email: amirairshad140@gmail.com

Abstract

Islam gives women many social, economic, and civil rights. They can get an education, work to support themselves, invest in businesses, contribute to the advancement of knowledge and culture, and provide services for social welfare. However, Islam does not want women to be reduced to mere decorations at social gatherings. It strongly discourages unrestrained mixing of men and women, as it does not fit with its social structure. Muslim society follows the exemplary standards set by the Prophet Muhammad (peace be upon him) during his blessed era. In this society, it is clear that men and women are kept separate. While women were allowed to attend congregational prayers in the mosque, they were encouraged to pray at home for greater reward. When women attended the mosque, they were not allowed to stand in the men's row; their rows were positioned behind the men. They were instructed not to mix with men when leaving the mosque after prayer. On the occasion of Eid, it was advised to bring children along, but even then, women's participation was separate from men's, and they received specific sermons tailored to their circumstances.

The practice of segregation, which imposes unnecessary restrictions and confinement on women, is unwarranted. The removal of unnecessary difficulties and constraints is explicitly found in the divine law revealed by the Prophet Muhammad (peace be upon him). Indeed, Allah, the bestower of the title of Prophethood, does not desire hardship for His servants. The 24th chapter of the Quran, Surah An-Nur (The Light), addresses the topic of sexual purity and cleanliness in Muslim society. The significance of this purity, as perceived by the Almighty, is emphasized right from the beginning of this chapter, where the severe punishment for reaching the ultimate impurity (adultery) is established. Moreover, this punishment is not secretive; it is to be publicly enforced.

In the eyes of the Church, the veil is a symbol of modesty and respect. It is seen as a way for women to show their submission to God and to their husbands. The veil

is also seen as a way to protect women from temptation. There are many different reasons why women choose to wear the veil. Some women wear it because they believe it is a religious requirement. Others wear it because they believe it is a cultural tradition. Still others wear it because they feel it makes them feel more modest and comfortable. No matter because a woman chooses to wear the veil, it is important to remember that it is a personal decision. It is not something that should be forced on anyone.

Here are some additional thoughts on the veil from a human perspective:

- The veil can be a source of comfort and strength for women. It can help them feel more confident and secure in their faith.
- The veil can be a symbol of religious identity. It can help women feel connected to their faith community and to their heritage.
- The veil can be a way for women to express their modesty and respect for God. It can be a way for them to show that they are not objects of sexual desire, but rather, people who are worthy of respect.

Keywords: islam, christianity, veil, segregation, women's rights

عصر حاضر کے تناظر میں حجاب کی معاشرتی اہمیت اور استعمال:

اسلام عورت کو ہر طرح کے معاشرتی، معاشی اور تمدّنی حقوق عطا کرتا ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے، وقت ضرورت کسبِ معاش کر سکتی ہے، اپنا سرمایہ تجارت میں لگا سکتی ہے، علم وثقافت کے فروغ میں حصہ لے سکتی ہے، اجتماعی مفاد کے لیے اپنی خدمات پیش کر سکتی ہے۔ لیکن اسلام عورت کو شمعِ محفل نہیں بنانا چاہتا۔ وہ مرد وزَن کا آزادانہ اختلاط سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے کہ یہ چیز اس کے نظامِ معاشرت سے قطعاً میل نہیں کھاتی۔ مسلم معاشرہ کے عادات و اطوار کے لیے مستند ترین معیار نبیٔ اکرم ﷺ کے دورِ مبارک کا معاشرہ ہے۔ اس معاشرہ میں ہمیں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ (Segregated) رکھنے کا واضح رویّہ ملتا ہے۔ جماعت کی نماز کے لیے مسجد میں عورتوں کو آنے کی اجازت تو رکھی تھی پر ان کے لیے زیادہ ثواب آپؐ گھر کے اندر کی نماز میں بتاتے۔ مسجد میں عورتیں آتیں تو مردوں کی صف میں نہیں کھڑی ہو سکتی تھیں، ان کی صفیں مردوں کی پشت پر ہوتی تھیں۔ نماز کے خاتمہ پر مسجد سے نکلنے کے سلسلہ میں ان کے لیے ارشاد تھا کہ مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر نہ نکلیں۔ عید کے موقع پر خود فرمایا جاتا تھا کہ عورتوں بچوں کو بھی ساتھ لیکر نکلو۔ لیکن وہاں بھی عورتوں کا حصہ مردوں والے حصہ سے جدا ہوتا اور نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرما کر عورتوں کی طرف الگ تشریف لیجاتے، اور وہاں مخصوص طور پر ان کے مناسبِ حال کچھ وعظ فرماتے۔

علیحدگی (Segregation) کا یہ اہتمام، جس میں عورتوں کی صنف کے لیے بہر حال ایک تکلف اور قید و پابندی کی صورت ہے، بے وجہ اور بے ضرورت نہیں ہو سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں بے ضرورت تکلفات اور پابندیوں کی صاف ہمت شکنی پائی جاتی ہے۔ اور کیسے نہ ہو، جبکہ آپ کو رسالت کا منصب دینے والے رب نے

صاف اپنی کتابِ پاک میں فرمار کھا ہے۔"اللہ کو تمھارے لیے آسانی منظور ہے وہ تمھارے حق میں سختی نہیں چاہتا۔"[1]۔

قرآن کی ایک سورت (۲۴)سورۂ نور کے نام سے ہے۔اس سورہ کا اہم موضوع مسلم معاشرہ کی جنسی(Sexual)طہارت وپاکیزگی ہے۔اس پاکیزگی کی جو اہمیت ہمارے خالق ومالک اللہ ربُّ العزت کی نظر میں ہے اس کا اظہار سورۂ مبارکہ کے بالکل آغاز ہی میں ہو جاتا ہے، کہ اس سلسلہ کی ناپاکی کے آخری حد (زنا) تک پہنچ جانے والے مرد وعورت کے لیے سو کوڑے جیسی سخت سزا کا تعیّن فرمایا گیا۔اور یہ سزا بھی خفیہ نہیں، بلکہ بر سرِ عام دیئے جانے کا حکم ہوا۔سو اسی مطلوبہ پاکیزگی کے مقصد سے اس سورہ میں وہ ہدایات مسلم معاشرہ کو دی گئی ہیں جن کے ذریعہ ممکن حد تک یہ معاشرہ خود کو جنسی لغزشوں سے پاک رکھ سکے۔اس سلسلہ کی ہدایتوں میں ایک بیان یہ آتا ہے کہ ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا کچھ قواعد وضوابط کی پابندی کے ساتھ ہونا چاہیئے۔یہ نہیں کہ رشتہ یا کسی دوسری نوعیت کا قریبی تعلق ہے تو بس آئے اور یوں ہی باقاعدہ وبا معنٰی اجازت پائی کے بغیر گھر میں داخل ہوتے چلے گئے۔یہ بیان جو سورہ کی آیت ۲۷ سے شروع ہو کر آیت ۳۱ تک گیا ہے۔اس کے احکام کا خلاصہ یوں کیا جاسکتا ہے:

(۱) اہلِ ایمان جب ایک دوسرے کے گھر جائیں تو سلام اور اجازت حاصل کیے بغیر گھر میں داخل نہ ہوں۔(۲) اگر (جواب نہیں ملتا) اور اندازہ ہوتا ہے کہ شاید گھر میں کوئی ہے نہیں تو (دروازہ چاہے کھلا بھی ملے) تو اندر نہ جائیں۔یا اگر جواب اندر سے وقتی معذرت خواہی کا آئے تو (برا نہ منائیں) لوٹ آئیں۔(۳) اجازت کے بعد داخلہ کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا گیا: اہلِ ایمان کو زیبا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں ذرا جھکی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔یہ ان کے لیے پاکیزگی کا راستہ ہے۔ (۴) اس کے بعد گھر والیوں کے لیے یہی حکم ہوتا ہے: مؤمن عورتیں اپنی نگاہیں ذرا جھکی رکھیں، شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اپنی کوئی زینت ظاہر نہ ہونے دیں، سوائے اس کے جو ناگزیر ہے، اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔(۵) (البتہ) جو لوگ خواتینِ خانہ کے محرم ہیں، باپ ہیں، بھائی ہیں، بیٹے، بھتیجے، بھانجے وغیرہ، ان کا معاملہ الگ ہے۔ان کے سامنے نے پر زیب وزینت کے اظہار والی یہ پابندیاں نہیں ہیں۔یہ کہ ان احکامِ وہدایات کا مقصد معاشرہ کو ممکن حد تک جنسی لغزشوں سے تحفظ دینا ہے ان کے الفاظ سے پوری طرح ظاہر ہے۔"نگاہوں کو نیچا رکھنا، شرمگاہوں کی حفاظت کرنا اور زیب وزینت کا اظہار حتّی الامکان نہ ہونے دینا" یہ الفاظ مقصدِ احکام کے سلسلہ میں بالکل صاف طور سے جنسی پاکیزگی مقصود ہونے کا تعین کرتے ہیں۔اور احکام کی روح بالکل واضح طور پر یہ ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں میں حالات کے مطابق ممکن حد تک ایک فاصلہ کی صورت رہنی چاہیئے۔اُس وقت کے مدینہ میں عام طور پر گھر ایسے نہیں تھے کہ آنے جانے والوں کے لیے زنانخانہ سے بالکل الگ جگہ ہو۔ایسے میں معاشرتی تعلقات کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بس ایک علامتی "فاصلہ" ہی ممکن تھا (نظریں حتّی الامکان نہ ملیں) سو اس کو بھی لازمی قرار دیا

گیا۔ پس یہ جنسی طہارت و پاکیزگی کا مسئلہ ہے جس کے پیشِ نظر اللہ کا نازل کیا ہوا دین مسلم معاشرہ کی دونوں صنفوں کے درمیان حالات اور (Situation) کے مطابق فاصلہ رکھے جانے کو ضروری قرار دیتا ہے۔

الغرض ان قرآنی احکام کی اصل روح دونوں صنفوں کے درمیان فاصلہ رکھنے کی ٹھیری، جو بھی اس کی عملی شکل سچوایشن کے مطابق ہو سکتی ہو۔ مثلاً گھر سے باہر کسی ضرورت سے نکلنا ہے، جس میں وہ فاصلہ صنفِ مخالف سے نہیں بر قرار رکھا جا سکتا جو گھر میں رہتے ہوئے ہوتا ہے، تو خوش قسمتی ہے کہ اس صورتِ حال کی عملی شکل کے لیے ہمیں زوجۂ نبیِ اکرمؐ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے ایک بیان کی روایت ملتی ہے۔ فرمایا: مؤمن عورتیں فجر کے وقت اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز ادا کر کے لوٹتیں تو واپسی میں بھی ایسا اُجالا نہ ہوتا کہ پہچان لی جائیں۔[2] تو ایک مؤمن عورت کی شان منہ اندھیرے نکلنے میں بھی یہ ہوئی کہ خود کو لپیٹ لپاٹ کر نکلنے کی شکل میں مردوں سے فاصلہ کی ایک علامتی صورت بہر حال پیدا کرے۔ پس مؤمن عورتیں، بے ضرورت شدّت پسندی کے بغیر، جس قدر بھی اس فاصلہ کے اصول کو برت سکتی ہوں وہ لائقِ تحسین ہو گا۔ اور نقاب لینا، یعنی چہرہ کو بھی مستور رکھنا، اسی فاصلہ کے اصول کو برتنے کی ایک مکمل شکل ہے۔ اس کے ضروری ہونے نہ ہونے کی بحث میں پڑے بغیر اتنا پورے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ ہماری خواتین میں جو کوئی خاتون ایسا کرتی ہے زمانہ کی "خلافِ فاصلہ" ریت کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی ہمت کے لیے لائقِ داد اور قابلِ تحسین ہے۔

پردے کی فرضیت پر مسلم علماء کے افکار و نظریات

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجاب:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت کیلئے سر سے پاوں تک چہرے اور ہاتھوں سمیت سارے جسم کا چھپانا ضروری ہے۔

گرچہ امام محمدؒ نے المبسوط میں امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے «ولا بأسَ أن ينظُرَ إلى وجهِها والى كَفَّيْها، ولا ينظُرُ إلى شيءٍ غيرِ ذلك منها؛ وهذا قولُ أبي حنيفةَ»[3] کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کے علاوہ کسی چیز کو دیکھنا منع ہے۔ اس قول شبہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اجنبیوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کے کھولنے کو مباح قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے بر خلاف ہے، در حقیقت امام ابو حنیفہؒ عورۃِ الستر اور عورۃِ النظرِ میں فرق کرتے ہیں اور اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر ان کے اس قول کو سمجھنے میں شبہ ہونا لازمی زمر ہے، اصل میں امام صاحبؒ کے اس قول کی مخاطب عورتیں ہیں نا کہ مرد، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام سرخسیؒ فرماتے ہیں «المرأةُ عورةٌ مِن قَرْنِها إلى قَدَمِها، ثم أُبِيحَ النظرُ إلى بعضِ المواضعِ منها؛ للحاجةِ والضرورةِ»[4] عورت اپنے سر سے لے کر پاؤں تک عورہ ہے، پھر صرف ضرورت کے وقت بعض مقامات کو دیکھنا جائز ہے۔ لہذا؛ آپ کو حنفی علماء میں سے کوئی ایسا نہیں ملتا جو عورت کو اپنے چہرے کو ننگا کرنے کی اجازت دیتا ہو سوائے اس کے کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجاب:

ابن قطانؒ فرماتے ہیں «ويحتَمِلُ عندي أنْ يقالَ: إنَّ مذهَبَ مالِكٍ هو أنَّ نظرَ الرجلِ إلى وجهِ المرأةِ الأجنبيَّةِ لا يجوزُ إلا مِن ضرورةٍ »[5] میرے خیال میں یہ کہا جا سکتا ہے: کہ مالکی مذہب کے مطابق مرد کا غیر محرم عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا سوائے ضرورت کے جائز نہیں۔

شوافع کے نزدیک حجاب:

امام الحرمین الجوینیؒ فرماتے ہیں «اتَّفق المسلمونَ على منعِ النِّساءِ مِن الخروجِ سافراتِ الوجوهِ؛ لأنَّ النَّظَرَ مَظِنَّةُ الفِتنةِ »[6] "مسلمانوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ خواتین کو بے نقاب چہرے کے ساتھ باہر نہیں جانا چاہئے۔ کیونکہ دیکھنے میں فتنے کا خطرہ ہے۔"، امام غزالیؒ فرماتے ہیں «لم يَزَلِ الرجالُ على مَمَرِّ الزمانِ مَكْشُوفِي الوجوه، والنساءُ يَخْرُجْنَ مُنتقِبَاتٍ »[7] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، مردوں نے ہمیشہ اپنے چہروں کو ننگا رکھا ہے، اور عورتیں نقاب پہن کر باہر نکلی ہیں۔، اور فرمایا «الكشفُ معصيةٌ »[8] چہرے کو کھلا رکھنا گناہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک حجاب:

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں «كُلُّ شيءٍ مِن المرأةِ عورةٌ حتى الظُّفْرُ، وقال: وظُفْرُ المرأةِ عورةٌ، وإذا خرجَتْ فلا يَبِينُ منها لا يَدُها ولا ظُفْرُها ولا خُفُّها؛ فإنَّ الخُفَّ يَصِفُ القَدَمَ »[9] "عورت کی ہر چیز عورہ ہے، یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی۔ اور فرمایا: عورت کا ناخن عوارہ ہے اور اگر وہ باہر نکل جائے تو نہ اس کا ہاتھ نظر آنا چاہیے ہے نہ ناخن اور نہ موزے۔ موزے پاؤں کی وضاحت کرتی ہے۔

امام صنعانیؒ کے نزدیک حجاب:

« إجماع المسلمین علی تحریم التبرج »[10] مسلمانوں کا تبرج (عورت کا اپنے جسم کی نمائش کرنا) کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

امام ابن بازؒ کے نزدیک حجاب:

ابن بازؒ فرماتے ہیں « وقد أجمع علماء السلف على وجوب ستر المرأة المسلمة لوجهها، وأنه عورة يجب عليها ستره إلا من ذي محرم »[11] " علماء سلف کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنا واجب ہے، اور محرم کے علاوہ اسے ڈھانپنا واجب ہے۔

علامہ آلوسیؒ کے نزدیک حجاب:

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں "وقد يحرم عليهن الخروج بل قد يكون كبيرة كخروجهن لزيارة القبور اذا عظمت مفسدته وخروجهن ولو الى المسجد وقد استعطرن وتزين اذا تحققت الفتنة واما اذا ظنت فهو حرام غير كبيرة، وما

یجوز من الخروج کالخروج للحج وزیارة الوالدین وعیادة المرضیٰ وتعزیة الاموات من الاقارب ونحو ذلک فانما یجوز بشروط مذکورة فی محلھا"۔[12] ان کے لیے باہر نکلنا حرام ہوہے، اس سے بڑھ کر ان کا قبروں کی زیارت کے لیے نکلنا جائز نہیں اگر فساد زیادہ ہو، اور اگر وہ مسجد کیلئے نکلیں، اور انھوں نے خوشبو لگا کر اپنے آپ کو سجایا ہو یہ بھی جائز نہیں۔ اور جن چیزوں کیلئے انکا نکلنا جائز ہے وہ ہے جیسے حج کے لیے نکلنا، والدین کی عیادت کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، مرنے والے رشتہ داروں کی تعزیت کرنا وغیرہ اپنی جگہ بیان کردہ شرائط کے تحت جائز ہے۔

قاری محمد طیبؒ کے نزدیک حجاب:

" قد علمت انک تحبین الصلوٰة معی وصلوٰتک فی بیتک خیر لک من صلوتک فی حجرتک، وصلوتک فی حجرتک خیر لک من صلوتک فی دارک، وصلوتک فی دارک خیر لک من صلوتک فی مسجد قومک، وصلوتک فی مسجد قومک خیر لک من صلوتک فی مسجدی"۔[13] ترجمہ:..."میں نے سمجھ لیا، پس بات (مختصر) یہ ہے کہ تیری نماز تیرے گھر کی کوٹھری میں افضل ہے گھر کے صحن سے، اور صحن میں تیری نماز افضل ہے عام صحن کی نماز سے اور عام صحن کی نماز افضل ہے، مسجد محلہ میں نماز پڑھنے سے، اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے"۔

مولانا احمد رضا خانؒ کے نزدیک حجاب:

حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ تحریر فرماتے ہیں:"بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔ یا عامی جوان ہو، یا بوڑھا۔[14]

مولانا مودودیؒ نزدیک حجاب:

مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"اصل الفاظ ہیں: یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ۔ جلباب عربی زبان میں بڑی چادر کو کہتے۔ اِدْنَاء کے اصل معنی قریب کرنے اور لپیٹ لینے کے ہیں۔ مگر جب اس کے ساتھ 'علیٰ' کا صلہ آئے تو اس میں "اِرْخَائ" یعنی اُوپر سے لٹکا لینے کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا ترجمہ صرف لپیٹ لینا کرتے ہیں تا کہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصود اگر وہی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ فرماتا---اس آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر ان کا ایک حصہ یا پلّو اپنے اُوپر سے لٹکا لیا کریں' جسے عرفِ عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔

"یہی معنی عہد رسالت سے قریب ترین زمانے کے مفسرین بیان کرتے ہیں۔ ابن جریر اور ابن المنذر کی روایت ہے کہ محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ السلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا...انھوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ ابن عباسؓ بھی قریب قریب یہی تفسیر کرتے ہیں... یہی تفسیر قتادہ اور سدی نے بھی اس آیت کی بیان کی ہے۔

"عہد صحابہؓ اور تابعینؒ کے بعد جتنے بڑے بڑے مفسرین تاریخ اسلام میں گزرے ہیں انھوں نے بالاتفاق اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ امام ابن جریر طبری کہتے ہیں: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ، یعنی شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں بلکہ انھیں چاہیے کہ اپنے اوپر چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے"۔[15]

مفتی شفیعؒ کے نزدیک حجاب:

جلابیب جمع جلباب کی ہے جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے۔ اس چادر کی ہیئت سے متعلق حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹے کے اُوپر اوڑھی جاتی ہے (ابن کثیر)۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی: "اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اُوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں" (واضح رہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ستر میں ہتھیلیاں اور چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے لیکن یہاں حجاب کے ذیل میں چہرہ ڈھکنے کا حکم دے رہے ہیں)۔[16] اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "جن فقہا نے چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنے کو جائز قرار دیا ہے وہ بھی اس پر متفق ہیں کہ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو چہرہ وغیرہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حُسن اور زینت کا اصل مرکز انسان کا چہرہ ہے اور زمانہ فتنہ وفساد اور غلبہ ہویٰ اور غفلت کا ہے---اس لیے بجز مخصوص ضرورتوں کے 'مثلاً علاج معالجہ یا کوئی شدید خطرہ وغیرہ' عورت کو غیر محارم کے سامنے قصداً چہرہ کھولنا بھی ممنوع ہے"۔[17]

پردے کی فرضیت پر کلیسا کے علماء کے افکار

چرچ کے نزدیک بھی حجاب کی پابندی ضروری ہے، جیسا کہ نقاد جوائس ای سیلسبری (Joyce E. Salisbury) نے کہا:

"عورت کے بال اس کی جنسیت (her sexuality) اور اس کی جنس (her gender) کی علامت اور اظہار تھے، جس کی وجہ سے چرچ کے فادرز نے ہمیشہ یہ کہا کہ عورتوں کو اپنے سر کو ڈھانپنا چاہیے۔))[18] محقق ((D'Angelo)) نے کہا کہ: ((Tertullian کے بعد سے (بائبل کے) مفسرین کا خیال ہے کہ پولس کہتا ہے کہ عورت کے سر کو پردے سے ڈھانپنا ضروری ہے؛ تاکہ فرشتے آزمائش میں نہ پڑیں۔))[19] اور ((A Dictionary of Christian

Antiquities): میں آیا ہے:((چونکہ رسولی تعلیمات اور مشرق کے رواج نے یہ سمجھا ہے کہ عورت کا سر بے پردہ دیکھنا نامناسب ہے، اس لیے مشرق اور افریقہ کے گرجاگھروں میں خواتین نے اپنے سر ڈھانپے ہوئے ہیں، نہ صرف عبادت گاہوں میں، بلکہ عام طور پر جب وہ عوامی مقامات پر نمودار ہوتی ہیں۔))[20]

((الفن شمٹ)) نے کہا:((چرچ کے تمام فادرز اور بہت سی چرچ کونسلوں نے قانونی طور پر ایک شادی شدہ عورت سے پردہ کرنے کو کہا۔)))۔[21]

ٹرٹولین:((Tertullian))[22] کے نزدیک پردہ

خواتین کو پردہ کرنے کا پابند کرنے کے لیے((ٹرٹولین)) کی خواہش معروف تاریخی حقائق میں سے ایک ہے۔ وہ اپنی کتاب میں کہتا ہے:((کنواریوں کے پردے پر))((De Virginibus Velandis)) کہ کنواری کو بغیر کسی فرق کے چرچ کی طرح گلی میں نقاب پہننا چاہیے، اور اس نے اسی مصنف میں یہ بھی کہا: بس جیسا کہ فرشتوں کی خاطر پردہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح وہ مردوں کی خاطر بھی ضروری ہے کہ وہ آزمائش میں نہ آئیں۔[23]

کتاب الاکیل ((De Corona)) میں کہا گیا ہے کہ خواتین کو پردہ کرنا چاہئے؛ کیونکہ یہ خدا کے قوانین کے مطابق ہے[24]

کتاب De Oratione میں، مصنف نے چرچ جانے والی عورتوں کو بے پردہ سرزنش کرتے ہوئے کہا: "آپ جو کچھ مردوں کے سامنے ڈھانپتے ہیں وہ خدا کے سامنے کیوں ظاہر کرتی ہیں؟ کیا آپ چرچ کی نسبت گلی میں زیادہ معمولی ہیں؟))..[25]

کلیمنٹ اسکندری Clement of Alexandria[26] کے نزدیک پردہ

جب کلیسیا کے سینٹ((کلیمنٹ آف اسکندریہ)) نے اس مسئلے پر بات کی کہ عورت اپنے جسم کے بارے میں کیا ظاہر کر سکتی ہے، تو اس نے بے تکلفی، سختی اور واضح طور پر کہا:((عورت کو اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپنا چاہیے، جب تک کہ وہ اس کے جسم میں نہ ہو۔ اس کا گھر؛ کیونکہ اس قسم کا لباس قابل احترام ہے، اور وہ اسے اس کے جسم کو گھورنے والی نظروں سے بچاتا ہے... وہ بھی، اپنا چہرہ ڈھانپ کر، دوسروں کو گناہ کی دعوت نہیں دیتی۔))[27]

آگسٹین Augustine[28] کے نزدیک پردہ

کلیسیا کے((آگسٹائن)) نے((پوسیڈیو))(Possidio) نامی پادری کے نام اپنے خط میں کہا کہ وہ لوگ جو((دنیا کے))ہیں-یعنی وہ لوگ جو آخرت کے مقابلے میں دنیاوی لذتوں میں مشغول ہیں، وہ اپنی بیویوں کو اگر مرد ہیں تو راضی کرنے کا راستہ تلاش کرتے ہیں، اور اگر وہ عورتیں ہیں تو اپنے شوہروں کو راضی کرنے کا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ جس کا

رسول نے حکم دیا وہ اپنے سر ڈھانپیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں۔ ((illi autem cogitant quae sunt mundi , quo modo placeant vel viri uxoribus vel mulieres maritis , Nisi quod capillos nudare feminas , quas etiam caput velare Apostolus iubet , nec maritatas decet))[29]

امبروز Ambrose[30] کے نزدیک پردہ

کلیسا کے ہاں معزز ((امبروز)) نے اپنی کتاب ((کنواریوں پر))((De Virginibus)) میں پردے کے بارے میں بات کی ہے کہ وہ اسے تمام عورتوں کے لیے واجب سمجھتے ہیں؛ اس نے سخت، احتیاطی زبان میں کہا: "کیا ان حصوں کی برہنگی کو ظاہر کرنے کے لئے جو فطرت یا رواج نے ڈھانپ رکھا ہے، اور کھلے عام دیکھنے، گردن موڑنے اور شاعری بھیجنے کے تفریحی مقامات سے زیادہ شہوانی، شہوت انگیز کوئی چیز ہے؟"[31]

تھامس ایکیناس Thomas Aquinas[32] کے نزدیک پردہ

کلیسیا کے سینٹ ((تھامس ایکیناس)) نے پردے سے متعلق اکہا کہ اگر عورت کسی ماحول میں رہتی ہے تو وہ پردے کی ضرورت کو دیکھتی ہے، کیونکہ اگر وہ اسے ہٹادے تو وہ گناہ گار ہے۔

پردے پر اعتراض کیوں

قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور نبی برحق کی بہت ساری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ عورتوں کے لیے لازم اور ضروری ہے۔ یہ تو خیر اسلام کی بات تھی۔ اسلام کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب میں بھی پردے پر بڑا زور دیا گیا ہے؛ چناں چہ 'تلمود' جو یہودیوں کی مشہور و معروف اور مستند کتاب ہے، اس میں لکھا ہے: 'مرد کبھی اپنے سر چھپا بھی سکتے ہیں اور کبھی کھلا بھی رکھ سکتے ہیں؛ لیکن عورتیں ہمیشہ اپنا سر چھپائیں گی، اور نابالغ بچیاں سر نہ چھپاءیں'۔[33]

اسی طرح ہندو دھرم کی مقدس اور بنیادی کتاب 'وید' میں پردے کا بہت واضح حکم ملتا ہے کہ: 'چوں کہ برہم (خدا) نے تمھیں عورت بنایا ہے؛ اس لیے اپنی نظریں نیچی رکھو، اوپر نہیں! اپنے پیروں کو سمیٹے ہوئے رکھو اور ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم دیکھ نہ سکے'[34]

آخر راز کیا ہے؟ پردے میں ایسی کیا خوبیاں ہیں؟ پردے میں ایسی کیا خصوصیات ہیں کہ ادیان و مذاہب سمیت فطرت بھی پردے کی حمایت میں کھڑی ہو گئی؟ یہ حمایت 'حمایت بے جا تو نہیں؟ یہ حمایت بے وجہ تو نہیں؟ یہ حمایت خواہ مخواہ تو نہیں؟ نہیں! نہیں! یہ حمایت نہ حمایت 'بے جا' ہے، نہ بے وجہ ہے، نہ خواہ مخواہ ہے! پھر کیا معاملہ ہے؟ یہ حمایت اور تائید بہت سے اسباب کی بنا پر ہے۔

پہلا سبب تو یہ ہے کہ خدا نے تخلیقی طور پر انسان کو شرمیلا اور حیادار بنایا ہے۔ نیز اس کے بدن میں کچھ ایسے اعضا بنا دیے کہ وہ انہیں چھپانا چاہتا ہے، انہیں دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ اور عورت چوں کہ زیادہ حیادار ہوتی ہیں اس لیے وہ اپنے جسم کے زیادہ (بلکہ پورے) حصے کو چھپانا چاہتی ہیں (چھپائے رکھتی ہیں)

دوسرا سبب یہ کہ پردہ عورتوں کا محافظ ہے. پردہ عورتوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے

تیسرا سبب یہ ہے کہ ماحول اور معاشرہ بد نگاہی، بد نظری اور اس طرح کی دیگر برائیوں سے پاک رہتا ہے۔ نوجوان لڑکے اور مرد فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

پردے پر اعتراضات

پردہ پر بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اسے تمسخر کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ اسے ملاّ کی ایجاد قرار دیا جاتا ہے۔ یہ اعتراضات اسلامی نظامِ معاشرت کی خصوصیات، اس میں عورت کی حیثیت اور اس کے دائرۂ کار سے ناواقفیت یا تجاہل کا نتیجہ ہیں۔ اسلامی حجاب کے بارے میں قرآن وحدیث کے بیانات ان کے رد کے لیے کافی ہیں۔

یہاں چند اعتراضات کا جائزہ لیا جارہا ہے، جنہیں پردہ کے مخالفین بہت زور وشور سے پیش کرتے ہیں:

(1) آزادی سے محروی ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورت کو حجاب کا پابند بنانے سے اس کی آزادی سلب ہوتی ہے، جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ مرد کی طرح عورت بھی انسانی وجود رکھتی ہے۔ اس پر کچھ زائد پابندیاں عائد کر دینے سے اس کی انسانیت کی توہین وتذلیل ہوتی ہے۔

اسلام نے عورت کے لیے لازم کیا ہے کہ وہ مردوں کے سامنے ایک خاص وضع اور خاص لباس میں آئے۔ یہ حکم بعض معاشرتی مصالح کی بنیاد پر دیا گیا ہے، تاکہ لوگوں کے اخلاق پراگندہ نہ ہوں اور معاشرہ میں صنفی انتشار پیدا نہ ہو۔ اسے آزادی یا بنیادی انسانی حقوق پر قدغن نہیں قرار دیا جاسکتا۔ تمام متمدّن معاشروں میں رہن سہن کے خاص طریقوں کی پابندی کی جاتی ہے۔

مثلاً کسی کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ برہنہ ہو کر گھر سے باہر نکلے، یا سونے کا لباس پہن کر کام پر جائے، مگر اس پابندی کو فرد کی آزادی یا بنیادی انسانی حق کے خلاف قرار نہیں دیا جاتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلے تو اپنے لباس، چال ڈھال اور گفتگو میں وہ طرز اختیار کرے جس سے کسی کے جذبات برانگیختہ نہ ہوں۔

وہ آرائش وزیبائش کے ذریعے لوگوں کی شہوت آمیز نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔ اس طرح اسلام اسے ساتر لباس کا پابند بنا کر معاشرہ کے افراد کی نگاہوں میں عزت واحترام کا مقام عطا کرتا ہے۔

(2) عملی سر گرمیوں سے علیٰحدگی ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ پردہ عورت کو زندگی کی مختلف سر گرمیوں میں حصہ لینے سے روک دیتا ہے۔ وہ گھر سے باہر کے کام نہیں انجام دے سکتی۔ اس طرح معاشرہ اپنی نصف آبادی کی فطری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہو جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف اسلام ہی عورت کی فطری صلاحیتوں سے صحیح طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

کوئی بھی نظام اسی وقت ترقی کر سکتا ہے جب اس میں کاموں کی تقسیم مناسب ڈھنگ سے ہو اور جس کے ذمّے جو کام لگایا جائے وہ پوری امانت داری اور محنت سے انجام دے۔ اگر ہر شخص ہر کام انجام دینے لگے تو نظام میں خلل وفساد ناگزیر ہے۔

کوئی تجارتی کمپنی اسی وقت صحیح ڈھنگ سے چل سکتی ہے جب اس کے ملازمین میں سے کچھ لوگ اچھی سے اچھی مصنوعات تیار کرنے میں لگے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ مارکیٹ میں اس کی پبلسٹی اور نکاسی کے لیے جدّوجہد کریں۔ اگر اس کمپنی کا ہر ملازم ہر کام اپنے ذمہ لے لے تو وہ ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ اسی طرح نظامِ تمدن کو چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان کاموں کو تقسیم کر دیا ہے۔ عورت کو گھر کے اندر کے کاموں کی ذمہ داری دی گئی ہے اور مرد کو گھر کے باہر کے کاموں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

بچوں کی پیدائش اور پرورش وپرداخت ایسا کام ہے جسے صرف عورت ہی انجام دیتی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بڑی زیادتی ہوگی کہ اس طویل المیعاد اور محنت طلب کام سے تو اسے چھٹکارا نہ ملے۔ اس کے ساتھ گھر سے باہر کے بھی بہت سے کام اس کے ذمے لگا دیے جائیں۔

اسی لیے اسلام نے عورت کو معاشی جدّوجہد سے آزاد رکھا ہے اور نفقہ کی ذمہ داری کلّیۃً مرد پر عائد کی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہی نہیں دیتا ہے اور اسے معاشرتی سر گرمیوں میں حصہ لینے سے کلّیۃً روکتا ہے۔ وقتِ ضرورت عورتوں کے لیے گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تم (عورتوں) کو اجازت دی ہے کہ اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہو۔“ (بخاری) عہدِ نبوی میں بہت سی صحابیات گھر سے باہر کے کاموں، مثلاً کھیتی باڑی، صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ میں اپنے شوہروں کی معاونت کرتی تھیں اور غزوات میں شریک ہو کر زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

(3) میلان میں اضافہ حجاب کے سلسلے میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان آزادانہ اختلاط پر پابندی عائد کرنے سے عورتوں کی جانب مردوں کے میلان اور رغبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کسی چیز

سے روک دینے سے انسان کی حرص اس میں اور بڑھ جاتی ہے۔ اگر نہیں کھلی چھوٹ دے دی جائے تو بہت جلد طبیعتیں سیر ہو جائیں گی اور جذبات سر د پڑ جائیں گئے۔

بے پردگی کے حامیوں کا یہ منطقی استدلال بھی خوب ہے۔ اگر سرمایہ داروں کی تجوریوں میں مال و دولت کے ڈھیر دیکھ کر غریب لوگوں کے دلوں میں اس کے حصول کی خواہش پیدا ہو تو کیا مشورہ دینا مناسب ہو گا کہ حفاظت کی تمام تدابیر ختم کر دینی چاہیئں اور کھلی چھوٹ دے دینی چاہیے کہ جو چاہے جتنا مال اٹھالے جائے۔ اسی تدبیر سے لوگوں کے دلوں سے مال کی رغبت ختم کی جا سکتی ہے؟

کیا یہ کہنا مناسب ہو گا کہ اخلاقی جرائم پر پابندی سے انسانوں میں جرم کرنے کی خواہش ابھرتی ہے۔ اگر ارتکابِ جرائم کی مکمل آزادی دے دی جائے تو تمام جرائم پیشہ افراد پرہیز گار بن جائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تمدّن کی تاریخ کے کسی دور میں اس منطق کو استعمال نہیں کیا گیا۔ انسان کی فطری خواہشات دو طرح کی ہیں: ایک محدود، جیسے کھانے اور سونے کی خواہشات۔ ان کی جب تکمیل ہو جاتی ہے تو ان سے انسان کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری خواہشات وہ ہیں جو غیر محدود ہوتی ہیں۔

مثلاً مال کی خواہش، یا جنسی میلان کہ ان سے طبیعت کبھی آسودہ نہیں ہوتی۔ جنسی میلان کے بھی دو پہلو ہیں: ایک جسمانی، دوسرا روحانی۔ جسمانی تسکین تو بسا اوقات ہو جاتی ہے، لیکن روحانی آسودگی کبھی نہیں ہوتی، بلکہ مسلسل 'ھل من مزید' کا تقاضا رہتا ہے۔ مرد وزَن کے آزادانہ اختلاط کی صورت میں خواہشات میں سکون اور ٹھہراؤ آنے کے بجائے انہیں ہوا ملے گی اور معاشرہ میں مزید بے حیائی اور آوارگی کو فروغ ہو گا۔ یہ بات بھی پورے طور پر صحیح نہیں کہ جس چیز سے انسان کو روکا جاتا ہے اس کی حرص اس کے اندر بڑھ جاتی ہے۔

ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ایک طرف اسے روکا بھی جائے اور دوسری طرف اس کی رغبت بھی دلائی جائے۔ لیکن اگر کسی چیز سے روکنے کے ساتھ اس کا ضرر رساں ہونا بھی واضح کیا جائے تو اس کی جانب رغبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا جاتا ہے۔ پھر کسی کے دل میں اس کی خواہش کیوں نہیں پیدا ہوتی؟ اس لیے کہ اسے بتایا جاتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہاتھ جل جائے گا۔

یہی حال بے پردگی اور آزادانہ اختلاط کا ہے۔ اگر ان کے سماجی، اخلاقی اور دینی مضرّات بتائے جائیں اور ان پر پابندی کی حکمتیں واضح کی جائیں تو لوگوں میں ان کی طرف رغبت پیدا نہیں ہو گی۔ بے پردہ معاشرہ آج مغربی معاشروں میں جو سماجی برائیاں عام ہو گئی ہیں، مثلاً طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان، اغوا اور عصمت دری کے روز افزوں واقعات، بن بیاہی ماؤں

کی کثرت وغیرہ، ان کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک بنیادی سبب بے پردہ معاشرت ہے۔ وہاں عورتیں انتہائی زیب وزینت کے ساتھ بلاروک ٹوک، بے حجابانہ مردوں کے سامنے آتی ہیں۔

اس لئے وہ آسانی سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ افسوس کہ مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک نے ہم مسلمانوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور ہم اپنے آپ کو ترقی یافتہ ظاہر کرنے کے لیے بغیر سوچے تھے ان کی نقالی کر رہے ہیں۔ کاش ہمیں معلوم ہو کہ اگر عورت کی عصمت کی حفاظت ہو سکتی ہے اور اسے عزّت اور وقار مل سکتا ہے تو صرف اسلام کے سائے میں اور اگر وہ چین وسکون کی زندگی گزار سکتی ہے تو صرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر۔

حواشی

[1] البقرہ185:2

[2] بخاری، رقم الحدیث878

[3] محمد بن الحسن الشیبانی، المبسوط، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 39/3

[4] السرخسی، المبسوط، مطبعة السعادة، مصر، 145/10

[5] ابن قطان، إِحْكَامُ النَّظَرِ فِي أَحْكَامِ النَّظَرِ بِحَاسَّةِ البَصَرِ، دار القلم، دمشق، سوریا، الطبعة الأولی، 1433ھ، ص50

[6] الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ، نهاية المطلب في دراية المذهب، دار المنهاج، الطبعة الأولی، 1428ھ، 31/12

[7] الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، 47/2

[8] الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، 313/2

[9] ابن حنبل، أحكام النساء، مؤسسة الريان للنشر والتوزيع، الطبعة الأولی، 1423ھ، ص31

[10] منحة الغفار علی ضوء النهار، 2011/4

[11] ابن باز عبد العزیز، مجموع فتاوى ومقالات متنوعة، رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء بالمملكة العربية السعودية، 231/5

[12] آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیہ، 188/8

[13] قاری طیب، رسالۃ تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب، جزء من احکام القرآن المسمی بدلائل القرآن علی مسائل النعمان، طبع انٹرنیشنل پریس میکلورو ڈ کراچی، 284/5

[14] فتاویٰ رضویہ، 240/22

[15] مودودی، تفہیم القرآن' 129/4

[16] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 233/7

[17]مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 401/6

[18] Joyce A. Salisbury Church, The Independent Library, London: 1992, 105.

[19] Jorunn kland, Women in their Place: Paul and the Corinthian Discourse of Gender and Sanctuary Space, London: Continuum International Publishing Group, 2004, p 173

[20] William Smith, and Samuel Cheetham, eds. A Dictionary of Christian Antiquities, London: J. Murray, 1893, 1/761

[21] Alvin J. Schmidt, Op. Cit., p. 134

[22] ٹرٹولین:((Tertullian)) سنہ 160 عیسوی میں پیدا ہوا، اس کی موت 220 عیسوی میں ہوئی۔ وہ ابتدائی کلیسیا کی خصوصیات کی تشکیل، اور ابتدائی اخلاق اور طرز عمل کے تصورات کی تشکیل کے دور میں زندہ رہا۔ لاطینی کلیسیا کے فادر.. وہ ایک قابل مصنف تھے، اور انہوں نے یہودیوں، کافروں اور بدعتیوں کے جواب میں لکھا.. وہ اخلاقی مسائل اور خواتین کے مسائل میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں. دیکھیں: دیکھو عادل فراغ عبد المسیح، انسائیکلوپیڈیا آف دی چرچ فادرز، 154/2-197، قاہرہ، دار الثقفہ، دوسرا ایڈیشن، 2006، اور John R. Tyson, Invitation to Christian Spirituality, New York: Oxford University Press, 1999, p 63.

[23] The Ante-Nicene Fathers, 1885, 35/4

[24] The Anti-Nicene Fathers, 1869, 339/1

[25] Tertullian, 'On Prayer,' in The Ante-Nicene Fathers, Edinburgh: T. & T. Clark, 1869, 11/197-198

[26]((کلیمنٹ آف اسکندریہ)) سنہ 150 عیسوی میں پیدا ہوا اور سنہ 215 عیسوی میں وفات پائی۔ وہ اپنے وقت کے عظیم ماہر الہیات میں سے ایک تھے.. اور ممتاز ماہر الہیات ((آریجن)) نے ان کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ اپنے تحریری مقالوں میں بائبل سے ان کے بہت سے اقتباسات، اور عیسائیت کو سائنسی انداز میں پرکشش انداز میں پیش کرنے کی ان کی دیکھ بھال سے ممتاز۔ اسے اپنے زمانے کے مذہبی مسائل میں دلچسپی تھی، اور وہ اس کے اخلاقی پہلو کی جڑیں پکڑنے میں بھی مصروف تھے۔ بڑھتی ہوئی عیسائی برادری.. اس نے اخلاقی پہلو سے متعلق تین اہم تحقیقیں لکھیں: ((Paedagogus))، ((Protrepticus))، اور ((Stromata))۔ دیکھیں:

Hubertus R. Drobner, The Fathers of the Church: A Comprehensive Introduction, tr. Siegfried S. Schatzmann, Massachusetts: Hendrickson Publishers, 2008, pp.132-136

[27] Tettullin 'thee nasthtrachtod' they were ante-nikne tetherth Buffalo: Christian Literature Company 1885 2/290

[28] کلیسا کیلئے مقدس اور اہم لوں میں سے ایک (آگسٹائن)) سنہ 354 عیسوی میں پیدا ہوئے اور 430 عیسوی میں وفات پائی۔ وہ کلیسیا کے اولین ماہر الہیات میں سے ایک ہے، اور سب سے اہم جس نے کلیسیائی تھیالوجی کی تشکیل میں حصہ ڈالا، اور مغربی گرجاگھروں پر ان کا اثر پانچویں صدی سے آج تک پھیلا ہوا ہے۔ (مارٹن لوتھر)) کی تحریروں میں اسے پروٹسٹنٹ فکر کی سب سے اہم معاونین میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ دیکھیں: The Columbia Encyclopedia, New York: Columbia University Press, 1950 pp.120-121

[29] James Houston Baxter, Select Letters by Augustine, Ma: Harvard University Press, 1988, p. 478-479

[30] کلیسا کے ہاں مقدس ((امبروز)) سنہ 337 عیسوی میں پیدا ہوئے اور سنہ 397 عیسوی میں انتقال کر گئے.. وہ میلان شہر کا بشپ تھا.. اسے چوتھی صدی کے معروف ماہر الہیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسے دینیات اور عبادات کے علاوہ عیسائی اخلاقی پہلو میں دلچسپی تھی۔ ان کی سب سے اہم کتابوں میں سے ایک ہے: ((De officiis ministrorum))، جو عیسائی اخلاقیات پر تین کتابوں میں سے ہے۔ دیکھیں:

The Encyclopaedia Britannica, 1/ 798-799 (1910), The Oxford Dictionary of Saints, pp.20-21

[31] Ambrose, 'Concerning Virgins,' in The Nicene and Post-Nicene Fathers, New York: The Christian Literature Company, 1896, 10/385

[32] تھامس ایکیناس Thomas Aquinas. 1225 A.D میں پیدا ہوا اور A.D 1274. میں انتقال کر گیا۔ قرون وسطیٰ کے سب سے بڑے کیتھولک ماہر الہٰیات.. وہ چرچ کے ورثے کی گہری سمجھ کے سب سے نمایاں حامیوں میں سے ایک تھے۔ (Augustine))، اور اس کے پاس ان کے اقوال اور عقائد کا وسیع علم تھا، اس نے اپنی کتاب ((Summa Theologica)) میں اپنے نظریات کا کے بارے میں لکھا، جہاں اس نے اپنے وقت کے لوگوں پر قابض عمومی مذہبی مسائل سے پردہ اٹھایا۔ پوپ لیو XIII نے 1879 عیسوی میں اپنی دستاویز ((terni Patris)) میں فیصلہ کیا کہ ((Thomas Aquinas)) کے خیالات کیتھولک چرچ کے سرکاری عقیدے کا اظہار کرتے ہیں۔ دیکھیں: Frank Thilly, History of Philosophy, New York: H. Holt and Company, 1914, p. 191-203

[33] Gillion beattie women and marriage in Paul and his early Interpreters new york:continuum international publishing.group 2005 p:44

[34] رگ وید: 19/8، 33-

مصادر و مراجع

1. البقرہ2:185
2. البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری،
3. محمد بن الحسن الشیبانی، المبسوط، إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی
4. السرخسی، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، مصر
5. ابن قطان، إِحْكَامُ النَّظَرِ فِي أَحْكَامِ النَّظَرِ بِحَاسَّةِ البَصَرِ، دار القلم، دمشق، سوریا، الطبعۃ الأولی، 1433ھ
6. الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ، نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، دار المنہاج، الطبعۃ الأولی، 1428ھ
7. الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت
8. ابن حنبل، أحکام النساء، مؤسسۃ الریان للنشر والتوزیع، الطبعۃ الأولی، 1423ھ
9. منحۃ الغفار علی ضوء النھار
10. ابن باز عبد العزیز، مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ، رئاسۃ إدارۃ البحوث العلمیۃ والإفتاء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ
11. آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیہ
12. قاری طیب، رسالۃ تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب، جزء من احکام القرآن المسمی بدلائل القرآن علی مسائل النعمان، طبع انٹرنیشنل پریس میکلوروڈ کراچی
13. فتاویٰ رضویہ
14. مودودی، تفہیم القرآن
15. مفتی محمد شفیع، معارف القرآن
16. Joyce A. Salisbury Church, The Independent Library, London: 1992
17. Jorunn kland, Women in their Place: Paul and the Corinthian Discourse of Gender and Sanctuary Space, London: Continuum International Publishing Group, 2004
18. William Smith, and Samuel Cheetham, eds. A Dictionary of Christian Antiquities, London: J. Murray, 1893
19. Alvin J. Schmidt, Op. Cit
20. The Ante-Nicene Fathers, 1885
21. Tertullian, 'On Prayer,' in The Ante-Nicene Fathers, Edinburgh: T. & T. Clark, 1869

22. Hubertus R. Drobner, The Fathers of the Church: A Comprehensive Introduction, tr. Siegfried S. Schatzmann, Massachusetts: Hendrickson Publishers, 2008
23. James Donaldson Woman; Every position and influnke in incant Greeke and Rome and among were Earle History London: Wingmans 1907
24. Augustine, Seventeen Short Treatises of S. Augustine Bishop of Hippo, Oxford: John Henry Parker, 1847
25. James Houston Baxter, Select Letters by Augustine, Ma: Harvard University Press, 1988
26. The Columbia Encyclopedia
27. The Encyclopaedia Britannica, 1/ 798-799 (1910), The Oxford Dictionary of Saints, pp.20-21
28. Frank Thilly, History of Philosophy, New York: H. Holt and Company, 1914, p. 191-203
29.
30. Gillion beattie women and marriage in Paul and his early Interpreters new york:continuum international publishing.group 2005

رگ وید:8/19